تنزیل و تاویل

تفسیر سورۂ کوثر

(۴)

تالیف علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ جناب مولانا امین احسن صاحب اصلاحی

۴۔ نماز اور قربانی دونوں ایک دوسرے پر مشتمل ہیں یعنی نماز ایک پہلو سے قربانی ہے، اور قربانی ایک پہلو سے نماز ہے۔ نماز کا قربانی ہونا واضح ہے کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ نماز بیعت کے ذبح کی ایک تعبیر ہے۔ نیز یہ نفس کو تحمل مشقت اور ترک لذات کا خوگر بناتی ہے جو ذبح کی حقیقت ہے۔ اس لیے اس کی شرح و تفصیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ قربانی کا نماز ہونا محتاج تفصیل ہے۔ یہ بات گذر چکی ہے کہ قربانی کی حقیقت راہ الٰہی میں جان کی قربانی ہے۔ اس اعتبار سے ظاہر ہے کہ یہ ایک دوسری صورت میں بعینہٖ نماز ہے۔ اس میں زبان اور ہونٹوں کے ذریعہ اقرار ایمان ہے۔ اس میں اسی ایمان کی تصدیق جان دے کر کی جاتی ہے۔ اسی لیے خدا کی راہ میں جان دینے کا نام شہادت ہے۔ نیز اس میں کمال درجہ خضوع وطاعت ہے، اس لیے نماز کی اصلی روح، اقرار توحید اور خضوع کی یہ سب سے زیادہ حامل ہے۔ اس کے علاوہ اس کے تمام آداب بھی اس کے نماز ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً

(۱) قربانی خانۂ کعبہ کے پاس ہوتی ہے، جو مرکز نماز ہے۔

(۲) اس کا آغاز بسم اللہ، اللہ اکبر سے ہے۔

(۳) قربانی اور قربانی کرنے والے کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔

(۴) اونٹوں کی قربانی میں قیام کی رعایت ہے، جس میں قیام نماز کی جھلک پائی جاتی ہے

(۵) مینڈھوں کی قربانی میں سجدہ کی رعایت ہے، جو سجدۂ نماز سے اشبہ ہے۔

پھر آغاز نماز کی دعا جو قرآن میں وارد ہے وہ یہ ہے:-

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (انعام - ۷۹)	میں نے ہر طرف سے کٹ کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

نیز:-

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - لَا شَرِیْكَ لَهٗ۔ (انعام ۱۶۲-۱۶۳)	بیشک میری نماز میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے واقعہ کے سلسلہ میں فرمایا:-

فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (صٰفٰت - ۱۰۳) جب ان دونوں نے امر الٰہی کے سامنے اپنا سر جھکا دیا اور ابراہیم نے اسمٰعیل کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا۔ یعنی ان کے ظاہر و باطن دونوں خدا کی طرف متوجہ ہوگئے، اور ابراہیم نے اسمٰعیل کو سجدہ میں ڈال دیا۔

اسی طرح قربانی کے ذکر میں فرمایا:-

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ (حج - ۳۵)	اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں سے قرار دیا۔ ان میں تمہارے لیے بھلائیاں ہیں پس ان پر درآں حالیکہ وہ صف بصف ہوں اللہ کا نام لو

یعنی جس طرح تم نمازوں میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہو، اسی طرح وہ بھی ذبح کے وقت صف بستہ

کھڑے کئے جائیں۔

اسی طرح زکوٰۃ کے بیان ہیں، جو قربانی کے ذیل کی عبادت ہے، فرمایا:۔

وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ۔ اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں، درآنحالیکہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں

یعنے زکوٰۃ دیتے وقت ان کی ہیئت سے خشوع کا اظہار ہوتا ہے، متکبر اور طالب شہرت اغنیاء کی طرح تن کر نہیں دیتے۔

(۵) نماز اور قربانی دونوں ذکر الٰہی ہیں۔ نماز کا ذکر ہونا متعدد آیات سے واضح ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ۔ ۱۴) اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (اعلیٰ۔ ۱۵) اور اس نے اپنے رب کے نام کو یاد کیا پس نماز پڑھی

باقی رہا قربانی کا ذکر ہونا سو یہ بھی قرآن سے ثابت ہے۔ فرمایا۔

وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ۔ (حج۔ ۳۴) اور اللہ کے نام کو یاد کریں، ان چوپایوں پر جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔

کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ۔ (حج۔ ۳۷)۔ اسی طرح ان کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم اس ہدایت پر جو اللہ نے تم کو بخشی ہے۔ اس کی بڑائی کرو۔

یعنی دین و توحید و اسلام کی ہدایت پر۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح تکبیر کے ذریعہ ہم نماز میں ذکر الٰہی کرتے ہیں بعینہٖ اسی طرح قربانی کے وقت بھی کرتے ہیں۔

(۶) یہ دونوں (نماز اور قربانی) شکر ہیں۔ نماز کا شکر ہونا بالکل ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ بعض جگہ شکر ہی کے لفظ سے نماز کو تعبیر کیا گیا ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔ (بقرہ ۱۵۲) پس مجھکو یاد رکھو، میں تم کو یاد رکھوں گا، اور

میرا شکر کرو، ناشکری مت کرو۔

سورہ فاتحہ نماز کی جان ہے، اور معلوم ہے کہ اس سورۃ کی بنیاد شکر پہ ہے۔ اب قربانی پر غور کرو! یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے بالکل مستغنی ہے۔ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ۔ وہ کھلاتا ہے لیکن کھاتا نہیں، اس نے جو نعمتیں ہم کو بخشی ہیں، ان میں سے ہم کچھ اس کی راہ میں محض اس اعتراف کے لیے قربان کرتے ہیں، کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اس کی ملکیت اور اس کے انعام کا فیضان ہے۔ اسی وجہ سے قربانی کے وقت ہم کہتے ہیں:۔

"منک ولک" تیری بخشی ہوئی نعمت اور تیری ہی راہ میں۔ اسی لیے فرمایا ہے:۔

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (حج۔۳۶) اسی طرح ہم نے ان کو مسخر کیا: تاکہ تم شکر کرو۔

اور جس طرح نماز اللہ کی تمام ظاہر و باطن نعمتوں پر ایک عام شکر ہے اسی طرح قربانی بھی محض منافع دنیاوی کا شکر نہیں ہے بلکہ عموم شکر کا وہی پہلو اس میں بھی مرعی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (حج۔۳۷) تاکہ تم کو جو ہدایت بخشی ہے۔ اس پر اللہ کی بڑائی کرو۔

،، یہ دونوں تقویٰ کی فرع ہیں جس سے آدمی کی امیدیں وابستہ ہیں، یا جس سے ڈرتا ہے، اس کو برابر یاد رکھتا ہے۔ اور نماز اسی ذکر کے قائم رکھنے کے لیے ہے۔ چونکہ بندہ کو خدا کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اور اس کے غضب سے ڈرتا ہے، اس لیے وہ اس کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (انعام۔۷۲) اور یہ کہ نماز قائم کرو، اور اس سے ڈرو، اور وہی ہے جس کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے۔

اب قربانی کو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے بہائم پر انسان کو جو غلبہ اور تسلط دیا ہے، اس میں ایک قسم کی آقائی اور بندگی کی نمود تھی۔ اس لیے ضروری ہوا کہ اظہار خشوع اور اقرار بندگی کے

ذریعہ اس غرور کو مٹا دیا جائے، اور بندہ کی زبان پر شکر نعمت اور اقرار عبدیت کے ایسے کلمے جاری کئے جائیں، جن سے خدا کی ملکیت اور پروردگاری اور اس کی وحدت و یکتائی کا اظہار ہو۔ غور کرو! ان تمام امور میں تقوی کی کس قدر جلوہ گری ہے! پس چونکہ وہ ان تمام حقائق کا جامع تھا، اس لیے وہی قربانی کی حقیقت قرار پایا۔ بندہ تقوی ہی کی راہ سے قرب الٰہی کے مقام شرف تک پہونچتا ہے۔ اس لیے کوئی قربانی اس وقت تک قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ اس میں تقویٰ نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا:۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ. (مائدہ ۲۷) اللہ صرف متقین کی قربانی قبول کرتا ہے۔

سورہ بقرہ میں ہے:۔

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ (بقرہ ۱۹۷) اور تقوی کا زادراہ لو، کیونکہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔

تقوی کو زادراہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ کیونکہ یہی قرب الٰہی کی منزلوں تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ یہ تقریب تقرب کے لیے ہے، جیسا کہ گیارہویں سبب میں ہم لکھیں گے۔ اس لیے تقوی کا زادراہ ناگزیر ہوا۔

۸۔ یہ دونوں منازل آخرت میں سے ہیں۔ کیونکہ نماز رجوع الی اللہ اور حشر میں پروردگار کے حضور، ہمارے کھڑے ہونے کی تصویر ہے۔ اس لیے اس میں معاد کی ایک جھلک ہے، گویا وہ خدا کے سامنے اپنی حاضری کے دن کو یاد کر رہا ہے۔ یہ اشارہ مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے۔

إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. (بقرہ ۴۵-۴۶) بے شک وہ (نماز) گراں ہے، مگر ان خوف رکھنے والوں پر جن کو گمان ہے کہ ان کو اپنے رب سے ملنا ہے اور ایک دن اُس کی طرف لوٹنا ہے۔

جن کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ ایک دن خدا کی طرف لوٹنا اور اپنے تمام اعمال و اقوال کی جوابدہی کرنی ہے، وہ تمام غفلتوں اور معاصی سے تائب ہو کر اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں، اور حشر کے دن، خدا کے حضور کھڑے ہونے کی خشیت اور پستی دنیا میں ان پر طاری ہو جاتی ہے

قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ۔ (نازعات ۸۔۹) | دل اس دن مضطرب ہوں گے اور نگاہیں پست ہونگی۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ (مومنون ۱۔۲) | ان ایمان والوں نے فلاح پائی، جو اپنی نمازوں میں سرفگندہ ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (نور ۳۷) | ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ جائیں گے۔

یہ آیت بھی اسی کے مشابہ ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (علق ۶ تا ۱۰)۔ | بے شک انسان سرکشی کرتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے، بیشک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے، (یعنی جب کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ کیسے بے پروا ہوتا ہے) تم نے اس کو دیکھا! جو ایک بندہ کو روکتا ہے جب کہ وہ نماز پڑھتا ہے

قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خدا حشر کے دن، جب ہم کو پکارے گا، ہم اس کی حمد پڑھتے ہوئے قبروں سے نکل کر اس کی طرف بھاگیں گے۔

یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ | جس دن وہ تم کو پکارے گا، تم اس کی حمد پڑھتے

وَتَظُنُّونَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا (اسرا-۵۲)	ہوئے اس کی طرف دوڑو گے اور خیال کرو گے کہ تم بہت کم ٹھیرے۔

اسی طرح نمازی نماز کی پکار کی طرف لپکتے ہیں اور صف بستہ ہو کر خدا کی حمد کرتے ہیں بعینہ یہی حقیقت قربانی میں بھی جلوہ گر ہے وہ بھی نماز کی طرح رجوع الی اللہ ہے، جیسا کہ دوسرے اور تیسرے سبب کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔ یہاں اس پر ہم ایک دوسرے پہلو سے نظر ڈالیں گے۔

جس طرح بہائم کو خدا نے ہمارے لیے مسخر کیا ہے، اسی طرح ہمارے اجسام کو بھی ہمارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ ایک متعین مدت تک کے لیے رفق اور حسن سلوک کے ساتھ، ہم ان کو اپنا مرکب بنائیں اور پھر ان کو خدا کے حوالہ کر دیں۔ انعام کے بارہ میں فرمایا۔

لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (حج-۳۳)	تمہارے لیے ایک متعین مدت تک کے لیے ان میں منفعتیں ہیں، پھر ان کو خدا کے قدیم گھر کی طرف لیجانا ہے

پس جس طرح قربانی کے جانوروں کو ہم بیت اللہ کی طرف لے جاتے ہیں، اسی طرح اپنے اجسام کو بھی لے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (حج-۲۷)	اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، کہ آویں تمہارے پاس پیادہ پا اور لاغر اونٹوں پر جو آئیں گے گہرے راستوں سے۔

دیکھو! دونوں کی سمت سفر ایک ہی ہے۔ اور یہ اشتراک ہر چیز میں نمایاں ہے۔ جس طرح قربانی کے جانوروں کی ہم حرمت کرتے ہیں، اور ان کے لیے ایک مخصوص شعار قرار دیتے ہیں بعینہ وہی معاملہ اپنے جسموں کے ساتھ کرتے ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ ہم جانوروں کی طرح اپنے جسموں کو ذبح نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جانوروں کا فدیہ دیکر ان کو چھڑا لیتے ہیں، جس طرح اسمٰعیل کی

جان اُس چیز کے عوض میں چھڑالی گئی، جو ان کی قائم مقام بن کر قربان کی گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل کا ہدیہ ایک دوسری شکل میں قبول فرمایا کہ حضرت اسمٰعیل کو اپنے گھر کی خدمت کے لئے مخصوص فرمایا، اسی طرح ہم بھی اپنے جسموں کو فدیہ دیکر چھڑا تو لیتے ہیں، لیکن وہ ہم کو واپس نہیں کردیے جاتے، بلکہ ہماری امانت میں دیدئے جاتے ہیں، تاکہ جب ضرورت پیش آئے ہم اللہ کی راہ میں ان کو قربان کرسکیں۔ قرآن مجید میں، اس حقیقت کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (توبہ - ۱۱۱)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کا مال جنت کے بدلے خرید لیا ہے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یہ ایک سچا اور پکا عہد ہے اور توراۃ انجیل قرآن میں مذکور ہے، جنہوں نے اللہ سے اپنے عہد کو پورا کیا ان کے لیے ہمارا پیام یہ ہے کہ اپنے اس معاملہ کی جو تم نے کیا ہے خوشخبری حاصل کرو۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اسلام کی بیعت کے بعد ہم خدا کے ہاتھ بک جاتے ہیں، اور اسی عہد کی تجدید کے لیے ہم اس کے آستانہ پر حاضر ہوتے ہیں، اور حجر اسود کو ہاتھ لگا کر اس کا از سر نو اقرار کرتے ہیں یہ ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کے عہد کی توثیق اور ہمارے، اللہ کی راہ میں قربان ہونے کا اعتراف ہے پھر حج کا اجتماع ہمارے حشر کے میدان میں کھڑے ہونے کی تصویر ہے۔ اس پہلو سے نماز، حج، اور قربانی، ان تینوں کو معاد سے قریبی نسبت ہے۔

۹- یہ دونوں ابواب صبر ہی سے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے

وعدہ پر پورا بھروسہ کرکے نماز کی مداومت کرتا ہے، اس کی مثال اس درخت لگانے والے کی سی ہے، جو شب و روز پودے کی نگہداشت کرتا ہے، اس کی خدمت کرتا ہے، اس کو پانی دیتا ہے، اور اس کے پھل کا منتظر ہے، اور دوسروں کی غفلت و سستی اس کی اس سرگرمی و خود فراموشی میں کوئی ضعف نہیں پیدا کرتی۔ لوگ اس کی امید موہوم پر ہنستے ہیں لیکن خدا کی شکر گذاری و طاعت کے جادۂ مستقیم سے اس کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں غیر معمولی رسوخ عزم اور انجام کار کی کامیابی پر غیر متزلزل یقین کے بغیر نہیں پیدا ہو سکتیں۔ انہی وجوہ سے قرآن مجید نے صبر اور نماز کو متعدد آیات میں ایک ساتھ ذکر کیا ہے :۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۔ اور صبر و نماز کے ذریعہ مدد چاہو۔

اوپر ہم نے جن امور کی تشریح کی ہے، مندرجہ ذیل آیت میں ان کی طرف نہایت واضح اشارات ہیں :۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَاۤئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (طٰہٰ ۱۳۰ تا ۱۳۲)

پس ان کی باتوں پر صبر کرو، اور اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھو، سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے وقتوں میں اس کی تسبیح پڑھو، اور دن کے اطراف میں تاکہ تم خوش ہو جاؤ، اور تم نہ دیکھو اس زینت دنیا کی طرف جو ہم نے ان کی بعض جماعتوں کو بخشی ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ ان کا امتحان کریں۔ تمہارے رب کی روزی زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے! اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور اس پر ثابت قدم رہو ہم تم سے روزی نہیں مانگتے ہم تم کو روزی دینگے

انجام کار کی کامیابی تقویٰ کے لیے ہے۔

دوسری جگہ ہے:-

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ (رعد - ۲۲)	اور جو اپنے رب کی رضا کی طلب میں ثابت قدم رہے اور نماز قائم کی۔

نیز فرمایا:-

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (غافر ۵۵-۵۶)	پس ثابت قدم رہو بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنے گناہ کی مغفرت چاہو اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھو۔ بیشک جو لوگ اللہ کی آیات کے بارہ میں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں ان کے سینوں میں محض ایک گھمنڈ ہے جو پورا نہ ہوگا پس اللہ کی پناہ ڈھونڈو۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے عہد پر قائم رہنا، اس پر پورا بھروسہ کرنا، اس کی راہ میں مصائب جھیلنا اور عاقبت کار کی کامیابی کا منتظر رہنا کتنی کٹھن راہ ہے اور اس میں ہر قدم پر صبر و ثبات کی کتنی ضرورت ہے۔

یہی حال قربانی کا ہے۔ یہ اس عظیم الشان صبر کی تعلیم پر مبنی ہے، جو ابراہیم خلیل نے کیا تھا۔ بڑھاپے تک خدا نے ان کو کوئی اولاد نہیں بخشی لیکن جب بخشی اور ایسی اولاد بخشی جس کے حسن و باطن اور حسن ظاہر نے ان کو اپنا گرویدہ بنالیا، تو اسی اولاد کو اپنی راہ میں قربان کرنے کا حکم دیدیا۔ کتنا کٹھن امتحان تھا! لیکن حضرت ابراہیم کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی، بلکہ وہ خدا کے شکر گذار ہوئے کہ اس نے ان سے وہ چیز مانگی جو ان کو تمام دنیا میں سب سے زیادہ عزیز و محبوب تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز پر ہمارا صبر اسی طرح کا صبر ہے جس طرح ہم مصیبت کے تحمل کے وقت کرتے ہیں۔ نماز اور خدا کی جانی و مالی آزمائشوں کے وقت صبر میں جو تعلق ہے اس کو آیت ذیل بے نقاب کر دیتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔ (بقرہ ۱۵۳-۱۵۸)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو، بے شک اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں، ان کو مردہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم محسوس نہیں کرتے ہم تمکو کسی قدر خوف، بھوک، مال جان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور ثابت قدموں کو بشارت دو جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں: ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمت ہے اور وہی لوگ راہ یاب ہیں بیشک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، کچھ مضائقہ نہیں کہ ان کا طواف کرے اور جس نے اپنی خوشی سے نیکی کی تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے

آیت میں مروہ کا بھی تذکرہ ہے، اور ہم اس آیت کی تفصیل کے ذیل میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے قربانی کی تھی، اب غور کرو! اس آیت میں نماز

صبر، جہاد، مصائب اور مقام قربانی کا تذکرہ ایک ساتھ ہوا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ ایک جامع حقیقت نے ان سب کا رشتہ ایک ساتھ جوڑ دیا ہے۔

۱۰۔ ان دونوں میں اس امر کا اقرار و اعتراف ہے کہ ہر چیز خدا کی ملکیت ہے، اور تمام نعمتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں۔ نماز میں یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے، اس کی بنیاد ہی شکر اور اقرار ربوبیت پر ہے۔ غور کرنے سے یہی بات قربانی میں بھی معلوم ہوتی ہے، یہ بھی زبان حال سے گویا اسی حقیقت کا اظہار ہے، ہم قربانی کر کے گویا اقرار کرتے ہیں کہ: ہر چیز خدا کی ملکیت ہے، تمام نعمتیں اُسی کی بخشی ہوئی ہیں۔ ہماری جانیں اور ہمارے مال سب اللہ کے خزانہ جود و فیض سے ہم کو نصیب ہوئے ہیں، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو خدا کے حوالہ کریں اور اس کی طاعت و بندگی کی راہ میں ان کو استعمال کریں یہ ہم کو اسی لیے بخشے گئے ہیں کہ ہم اس کے فضل و احسان کی شکرگزاری کریں، اور جہاں اس کی مرضی ہو وہاں ان کو قربان کر دیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے، اس لیے ہم صرف اسی کی بندگی کرتے ہیں، اور اسی کے حضور سجدے کرتے ہیں، اور جو کچھ اس کا بخشا ہوا ہے، اسی کے دربار میں پیش کرتے ہیں، وہی پیدا کرنے والا اور وہی بخشنے والا ہے۔ اس نے ہماری زبانوں پر انا للہ و انا الیہ راجعون کا اقرار جاری کیا یعنی ہم اور ہماری تمام ملکیت خدا کے لیے ہے۔ حکومت اور احسان صرف اُسی کی صفات ہیں، ہمارے لیے صرف اطاعت اور شکرگزاری ہے جس طرح ملکیت مالک کی طرف لوٹتی ہے، اسی طرح ہم کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے لئے کسی چیز سے یہاں تک کہ اپنے نفس سے متمتع ہونا بھی اس وقت تک جائز نہ ہوا جب تک ہم اس کا نام لے کر اس کی بخشش کا اقرار نہ کریں۔ اسی اصل عظیم کی تعلیم کے لیے اس نے ہمارے لیے قربانی کا فریضہ ٹھیرایا تاکہ خدا نے جو انعام و بہائم ہمارے لیے مسخر کیے ہیں ہم ان کو اس کے نام پر قربان کریں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (حج ۳۴)

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی قرار دی تاکہ جو چوپائے ان کو روزی کئے ہیں، ان کو اللہ کے نام پر قربان کریں۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (حج ۔ ۳۷)

اسی طرح خدا نے ان کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ خدا نے تم کو جو ہدایت بخشی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو

حیوانات پر انسان کو خدا نے جو اختیار و تصرف بخشا ہے، اس میں آقائی اور بندگی کی شان پیدا ہوگئی ہے، اس لیے ان کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا ضروری کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح زمین کی پیداوار میں بھی اس نے اپنا ایک حق رکھا تاکہ ہم یہ بات بھول نہ جائیں کہ یہ خدا کی بخشش سے ہمکو ملی ہے۔ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ اِذَا اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۔ اور جب پھل آئے تو ان کا پھل کھاؤ اور کاٹنے کے دن اس کا حق دو۔ چونکہ ہمارے قبضہ میں جو کچھ ہے خدا کی ملکیت ہے، اس لیے اسراف ناجائز ہوا۔ اور چونکہ حضرت ابراہیم نے خدا کی ملکیت کی سب سے بڑی شہادت دی کہ اپنی جان اور اپنے محبوب لخت جگر کو اس کی راہ میں پیش کر دیا۔ اس لیے قربانی کے بیان کے لیے انہی کا بہترین نمونہ مثال قرار دیا گیا کہ خدا کی امانت خدا کے حوالہ کرنے کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں تھی۔

۱۱۔ یہ دونوں تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ نماز کی سب سے زیادہ نمایاں حقیقت توجہ الی اللہ ہے، جو شخص نماز میں ہے وہ گویا اپنے رب کے حضور کھڑا ہے اور اس سے مناجات و گفتگو کر رہا ہے، وہ دائیں بائیں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لیے نماز نہ صرف ذریعہ تقرب بلکہ عین تقرب ہے۔ یہ آیت اس کی دلیل ہے: واسجد واقترب (اور سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ) اس لیے نماز راس العبادات قرار پائی۔ میرے خیال میں صلوٰۃ کا اصلی مفہوم قربت قریبہ، کسی شئے کی

طرف بڑھنا اور اس میں داخل ہو جاتا ہے، اسی لیے گھوڑ دوڑ کے اس گھوڑے کو جو اگلے گھوڑے کے بعد ہو مصلی کہتے ہیں۔ جو شخص آگ کے پاس نہایت قریب ہو کر تاپ رہا ہو اس کو صالی کہتے ہیں۔ یہی لفظ اس کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا، جو آگ میں گھس جائے۔

بعینہ یہی حقیقت قربانی میں بھی مضمر ہے۔ قربانی کرنے والا اپنی قربانی ایسی جگہ لاتا ہے، جو اس کے خیال میں، خدا کی طرف سے اس عبادت کیلیے مخصوص اور مقدس ہوتی ہے اسی وجہ سے قربانی کے لیے ایک مخصوص و متعین جگہ قرار پائی۔ یہود کے یہاں بیت المقدس کے سوا کسی دوسری جگہ قربانی جائز نہیں، لیکن مسلمانوں کے لیے جس طرح تمام زمین کو مسجد ہونے کا شرف حاصل ہوا اسی طرح قربانی بھی ان کے لیے ہر جگہ جائز ہوئی تاہم جس طرح مسجد کی نماز کو فضیلت حاصل ہے اسی طرح قربان گاہ پر قربانی کرنا افضل ہے۔ حضرت ابراہیم کی قربانی کے لیے اللہ تعالی نے ایک جگہ متعین فرمائی تھی، اور یہی جگہ ہمارے لیے بھی مخصوص ہوی چنانچہ جس طرح ہم انکی مسجد کیلیے خدا کی طرف رخ کرتے ہیں، اسی طرح اپنے قربانی کے جانوروں کو بھی ان کی قربان گاہ پر لے جاتے ہیں۔ ان باتوں کا مقصد ہمارے دل میں یہ اعتقاد راسخ کرنا ہے کہ ہماری حیثیت غلاموں اور چاکروں کی ہے جو لبیک کہتے ہوے آقا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں، اور اس کی خوشنودی اور اپنی بندگی کے اقرار کے لیے اپنی قربانیاں اس کے حضور میں پیش کرتے ہیں پس جس حقیقت کو پیش نظر رکھکر صلوٰۃ کو صلوٰۃ کہا گیا اسی حقیقت کی رعایت سے قربانی کے لیے قربانی کا لفظ اختیار کیا گیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:

سمنوا ضحایاکم فانها مطایاکم۔ اپنی قربانیوں کو فربہ کرو، کیونکہ وہ تمہاری سواریاں ہیں اس میں بھی اس حقیقت کی جھلک موجود ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اونٹ کی قربانی اس امت کے مخصوصات میں سے ہے۔ (دیکھو فصل ثانی)۔

۱۲ نماز اور قربانی عبادت کے تمام طریقوں میں سب سے زیادہ قدیم اور فطرت انسانی میں

سب سے زیادہ رائج ہیں۔ سجدہ، رکوع اور نذر اظہار بندگی کے وہ ہر دلعزیز ذرائع ہیں، جو ہر قوم وملت میں عام اس سے کہ وہ ایک خدا کی پرستار رہی ہو یا متعدد دیوتاؤں کی، اس نے کسی حجر و یا بت کو پوجا ہو یا کسی انسان کو معبود بنایا ہو، عام رہے ہیں۔ بلا شبہ مہذب اور وحشی قوموں برحق اور گمراہ جماعتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے، اور یہ فرق ان کی نمازوں اور قربانیوں میں بھی بدرجہ اتم نمایاں رہتا ہے تاہم نماز اور قربانی کی مقبول، محبوب عبادت کسی نہ کسی شکل میں خواہ وہ کتنی ہی مسخ شدہ اور بگڑی ہوئی ہو، ہر جماعت میں پائی گئی ہے جس طرح معبود کے ایک عام مفہوم میں باہمدگر متفق ہونے کے باوجود خود معبود کے بارے میں ان کے آرار و معتقدات نے الگ الگ راہیں اختیار کریں، اسی طرح ان عبادتوں کے اشکال وصور بھی ہر ایک کے یہاں مختلف سانچوں میں ڈھل گئے لیکن ایک مشترک حقیقت پر اتفاق باقی رہا۔ باقی عبادات کے بارے میں تم کو یہ اتفاق رائے نظر نہیں آئے گا۔

پہلے سبب کی تفصیلات کے ذیل میں ہم لکھ چکے ہیں کہ ایمان و اسلام تمام کائنات کو محیط ہیں، اور نماز و قربانی انہی دونوں کی صورتیں ہیں۔ اب مذکورہ بالا حقیقت کے ظاہر ہو جانے کے بعد تم پر یہ راز بھی کھل جائے گا کہ دین و عبادت کی راہ میں سب ایک ہی نقطے سے چلے تھے۔ لیکن اوہام و ظنون اور اغراض و اہواء نے خلط مبحث کر کے ان کو بے شمار راہوں پر ڈال دیا پس یہ اختلاف جو آج نظر آرہا ہے، افراط و تفریط اور فساد و اختلاط کا نتیجہ ہے حقیقت کا اختلاف نہیں ہے۔